سوال

(92) وظیفہ شیئاللہ کب سے ایجاد ہوا ہے؟

جواب

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

وظیفہ شیئاللہ کب سے ایجاد ہوا ہے۔ اور کس نے ایجاد کیا ہے۔ کیا حضرت شیخ عبد القادر جیلانی کے زمانہ کے بعد میں ایجاد ہوا ہے۔ اس کے پڑھنے والے کو کیا گناہ ہے۔

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ

الحمد للہ، والصلاة والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

شیااللہ کے معنی ہیں کوئی چیز دیجیے اللہ کے لئے یہ آواز عرب کے گداگروں کی تھی۔ جو گھروں سے باہر کھڑے ہو کر کہا کرتے تھے۔ اے گھر والو اللہ کے لئے کچھ دو۔ اس میں مخاطب گھر والے ہوتے تھے۔ جو اس سائل کو کچھ دے سکتے تھے۔ اس صورت میں بھی بعض علماء نے ایسا کہنے والوں پر کفر کا فتویٰ لگایا ہے۔ وجہ یہ لکھی ہے کہ اس میں اللہ کے نام کی ہتک ہے۔ (در مختار) اس کے بعد لوگوں نے فوت شدہ اولیاء اللہ کو مخاطب کر کے بطور سوال کے یہ کہنا شروع کیا۔ خذ بیدی یا شاہ جیلانی خذ بیدی شیئاللہ انت نور احمد۔ ترجمہ۔ اے پیر جیلانی میرا ہاتھ پکڑیئے اللہ کے لئے کچھ دیجئے۔ آپ نور احمد ہیں۔ یا یہ کہتے ہیں۔

شیئاللہ چوں گدائے مستمند الدد خواہم ز خواجہ نقش بند

ترجمہ (میں فقیر کی طرح خواجہ نقشبند کی خدمت میں عرض کرتا ہوں للہ مجھے کچھ دیجئے۔) ایسا کہنے سے تین طرح سے شرک آتا ہے۔ ایک تو وہی وجہ جو گداگروں لئے بعض فقہا نے بتائی ہے۔ دوسری وجہ یہ کہ فوت شدہ کو حاضر ناظر یا عالم الغیب و سامع صورت (آواز سننے والا) جانتا ہے۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ ان کو معطی (دینے والا) سمجھتا ہے۔ اس لئے ایسے وظیفے سے بچنا چاہیے۔ خدا فرماتا ہے۔ فَاجتَنِبُوا الرِّ‌جسَ مِنَ الأَوثـٰنِ ۳۰ سورة الحج

یہ خدا کی صفت خاصہ ہے۔ الا ہو معکم (اہل حدیث امرتسر ص2513 زی الحجہ 1351 سہ ء)

یا شیخ عبد القادر شیئاللہ

امرتسر میں ایک رسالہ اس نام کا شائع ہوا ہے۔ جو ہم نے سرخی میں لکھا ہے۔ اسی کی طرف ہمارا روئے سخن ہے۔ اس رسالے کے دیکھنے سے ہمیں خوشی ہوئی کیونکہ اس سے اختلاف کا بہت سا حصہ طے ہو گیا۔ اصل معنی اس فقرے کے یہ ہیں۔ ''اے شیخ عبد القادر اللہ کے واسطے کچھ دیجئے۔'' مفہوم صاف ہے کہ پڑھنے والا شیخ ممدوح سے کچھ مانگتا ہے۔

اس لئے علماء توحید اس کے پڑھنے سے منع کرتے ہیں۔ کیونکہ ایسا کرنے میںتین گناہ ہیں۔ ایک توفوت شدہ کو پکارنا۔ دوم اس کو قاضی الحاجات سمجھنا۔ تیسرا اس سے مانگنا۔ یہ تینوں امورایسے ہیں۔ کہ نصوص قرآنیہ میں ممنوع ہیں۔ ہمارے اس دعوے کی بابت ایک ہی آیت کافی ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ تَدعونَ مِن دونِ اللَّهِ عِبادٌ أَمثالُكُم ۖ فَادعوهُم فَليَستَجيبوا لَكُم إِن كُنتُم صـٰدِقينَ ١٩٤ (پ9ع12)

''یعنی جن لوگوں کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو وہ تمہاری طرح کے بندے ہیں۔ پس ان کو بلا لو چاہیے کہ تمہاری دعا قبول کریں۔ اگر تم سچے ہو''

یہ آیت جملہ ان لوگوں کو چیلنج ہے۔ جو اللہ کے سوا زندہ اور مردہ کو پکارتے ہیں۔ جن میں حضرت مسیحؑ وغیرہ بھی داخل ہیں۔ اس لئے ان کو عباد (بندے) فرما کر مشرکوں کو ڈانٹتا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ اس مضمون کی متعدد آیات سے متاثر ہو کر وظیفہ شیئا للہ پر وظیفہ پڑھنے والوں نے اب نرم چال اختیار کی ہے جو اس رسالے میں درج ہے جس کے الفاظ یہ ہیں۔

''جو شخص حضرت غوث الاعظم کو حاضر وناظر یا عالم الغیب یا حاجت روا مطلق سمجھ کر اس وظیفہ کو پڑھے۔ تو یہ پڑھنا شرک اور کفر ہے۔ ص 5۔ الحمد للہ اتنے حصے میں تو اتفاق ہوگیا اب رہا دوسرا پہلو جو اس رسالے میں اختیار کیا گیا وہ یہ ہے۔ ''اگر بلا عقیدہ مذکورہ بالا ان کلمات کو برکت سے باذن اللہ تعالیٰ فیض وحل مشکلات چاہے تو جائز ہے۔ ص 5۔ اس کی مزید تشریح یوں کی ہے۔

؛؛اگر کوئی شخص حضرت غوث پاک کی طرف متوجہ ہو کر بلا عقائد شرکیہ اس کلام کو پرھے۔ اور حضرت غوث پاک باذن اللہ اس کو سنیں۔ اور اس غریب کے حال پر توجہ فرمایئں تو اللہ جل شانہ کی قدرت اور اولیاء اللہ کے خاصہ اور کرامت سے کچھ بعید نہیں (ص 6)

اللہ اکبر اتنا بڑا وظیفہ اور اتنا زوردار مسئلہ جس سے مسلمانوں میں اختلاف کی خلیج وسیع ہو کر کفر تک پہنچے ثبوت اس کا یہ کہ ''بعید نہیں'' اس کی مثال یہ ہے کہ مولوی صاحب وعظ میں فرمایئں۔ جو شخص صبح سویرے خواجہ نظام الدین اولیاء کے مزار کی زیارت کو جائے۔ ''خدا کی قدرت سے بعید نہیں کہ روزانہ راستے میں روپوں کی تھیلی پائے''

ناظرین کرام غور فرمایئں۔ بعید اور غیر بعید کا لفظ کتنا وسیع ہے۔ اس لئے ہم اس فقرہ کے متعلق چند سوال کرتے ہیں۔

1۔ ''یا شیخ عبد القادر'' اس کی نحوی ترکیب کیا ہے۔ ''شیخ'' نکرہ اور عبد القادر معرفہ یہ بات علم نحو کے خلاف ہے۔ کہ نکرہ اور معرفہ باہمی صفت موصوف ہیں۔

2۔ شیئا منصوب کیوں ہے۔ اگر جواب ملے کہ اعط کا مفعول بہ ہے۔ تو سوال ہے کہ فعل امر یہاں کس قاعدے سے حذف گیا گیا ہے۔ ان دو سوالوں کے لا دنحل ہونے سے ثابت ہوگیا۔ کہ اس وظیفے کی تعلیم دینے والا علوم عربیہ سے واقف نہ تھا۔

3۔ یہ سوال فیصلہ کن ہے غور سے سنیں۔ یہ وظیفہ کس نے سکھا یا اللہ تعالیٰ نے یا رسول اللہ نے یا خود شیخ عبد لقادر نے جو صورت اختیار کریں۔ مہربانی کر کے اس کا حوالہ دیں۔

4۔ اگر خدا یا رسول یا خود شیخ نے نہیں سکھایا۔ تو پھر کیونکہ معلوم ہوسکے۔ کے اس پڑھنے میں برکت ہے۔

5۔ اگر کوئی مسلمان اس وظیفے کو بے ثبوت جان کر نہ پڑھے۔ بلکہ اس کے ظاہر معنی کے لحاظ سے اس کا پڑھنا گناہ سمجھے۔ تو اس کا کیا قصور ہے۔

6۔ اس کے اصلی ترجمے سے تو یہ مفہوم ہوتا ہے۔ کہ پڑھنے والا تو پیر صاحب کو داتا جانتا اور معطی خیر سمجھتا ہے۔ محض برکت کے لئے پڑھتے وقت اس کے اصلی ترجمے کا خیال نہ رکھے۔ ؟ یا اس کو خیال نہ آئے گا۔

7۔ عربی زبان میں راعنا۔ اور انظرنا۔ کے ایک ہی معنی ہیں۔ (کہ ہماری طرف نظر کرو) مگر راعنا کے ایک معنی ناپسندیدہ بھی ہوسکتے ہیں۔ اس لئے کہ قرآن مجید میں ارشاد ہوا ہے کہ لَا تَقُولُوا رَٰعِنَا وَقُولُوا انظُرْنَا وَاسْمَعُوا

''تم مسلمان راعنا نہ کہا کرو کہ بلکہ انظرنا کہا کرو'' شیئاً للہ کے بھی دو معنی ہیں۔ ایک شرکیہ دوسرے آپ کے بقول غیر شرکیہ۔ پھر ہم بما تحتلا تقولوا راعنا کیوں نہ اس کو چھوڑنے کا حکم دیں۔

8۔ فقہ کی مستند کتاب ردالمختار میں مرقوم ہے۔ اذا تردد الحکم بین سنۃ وبدعۃ کان ترک السنۃ راجحا علی فعل البدعۃ (مصری جلد اول ص450)

''ترجمہ۔ جب کسی امر کے سنت یا بدعت ہونے میں تردد ہو تو سنت کو چھوڑ دینا بدعت پر عمل کرنے سے اولیٰ (بہتر) ہے۔ یعنی کسی غیر منصوص امر میں تردد ہو کر سنت ہے۔ یا بدعت تو اس کو بالکلیہ چھوڑ دینا اچھا ہے۔ مثلاً رسمی میلاد کے متعلق اگر کوئی شخص فیصلہ نہ کرسکے۔ قائل فریق کے دلائل سن کر سنت سمجھے۔ اور غیر قائل کے دلائل سن کر بدعت خیال کرے۔ تو اس صورت میں اس فعل کو نہ کرنا ہی اچھا ہے۔ یہ ہے اس عبارت کا مطلب اس اصل الاصول کے ماتحت وظیفہ شیئاً للہ کیوں نہ چھوڑ دیا جائے۔

ناضرین کرام!

جب تک یہ سوالات حل نہ ہوں۔ اس وظیفہ کا پڑھنا کسی طرح بھی جائز نہیں اور اصل بات تو یہ ہے کہ قرآن مجید میں ہر قسم کے وضائف موجود ہیں۔ دفع امراض۔ قضائے حاجات۔ طلب امداد۔ مغفرت گناہ۔ مغفرت اموات۔ صلاحیت اولاد وغیرہ سب کے لئے دعایئں۔ اور وظائف ملتے ہیں۔ پھر کیا ضرورت ہے کہ خدا اور رسول ﷺ کی تعلیمات کو چھوڑ کر غیر معلوم اشخاص کی تعلیم کے پیچھے جایئں۔ ایسا کرنا خدا اور رسول ﷺ کی بُری ہتک ہے۔ خدا ہم کو ہر طرح کے فعل قبیح سے بچائے بھا یئو! شیخ سعدی کی نصیحت سنو۔ !

پندار سعدی کہ راہ صفا توآں رفت جرور پے مصطفےٰ

ھذا ما عندي واللہ أعلم بالصواب

[فتاویٰ ثنائیہ امرتسری]

جلد01ص295-299

محدث فتویٰ